© rasailojaraid.com

آپؐ کے عظیم مرتبے اور بلند مقام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی اس عظیم اور ختمی مرتبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں صرف وہی لوگ گفتگو کر سکتے ہیں جو صدقہ دے کر اپنے نفوس کا تزکیہ اور تصفیہ کر لیں۔ بعد میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازروے رحمت و شفقت ان تہی دست اور نادار مسلمانوں کو اس امر سے مستثنیٰ کیا اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (مجادلہ ۵۸:۱۲) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم رسولؐ سے تخلیہ میں بات کرو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرو یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ البتہ اگر تم صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اللہ غفور و رحیم ہے۔

یہ حکم بدستور جاری رہا یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی نے لوگوں کے دلوں میں جگہ پکڑ لی اور آپؐ کا ادب و احترام ان کی عادت بن گئی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ فرمایا اور اس بات کی اجازت دے دی کہ اب تم صدقہ کیے بغیر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں گفتگو کر سکتے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (مجادلہ ۵۸:۱۳) کیا تم ڈر گئے اس بات سے کہ تخلیہ میں گفتگو کرنے سے پہلے تمھیں صدقات دینے ہوں گے؟ اچھا، اگر تم ایسا نہ کرو--- اور اللہ نے تم کو اس سے معاف کر دیا۔ تو نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و احترام پیدا کرنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنہائی میں گفتگو سے پہلے صدقہ لازم ٹھیرایا۔ جب ان کے دلوں میں رسولؐ اللہ کی عظمت و محبت اچھی طرح راسخ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کمالِ مہربانی سے صدقے کی شرط ختم کر دی۔ اب تم کو چاہیے کہ بھرپور انداز سے اللہ اور اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسولؐ کی اطاعت کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو، اور اس کے بعد ان دوسرے آداب اور تعلیمات کا ذکر فرمایا۔ اس وضاحت کے بعد آیت کریمہ کا معنی کچھ اس طرح ہوگا کہ: لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ جس صدقے کا تم کو اس سے پہلے حکم دیا گیا تھا اب اس کو پیش کرنے کی تکلیف نہ کرو--- بہرحال یہاں پر مفعول کے محذوف ہونے کی وجہ سے بہت سارے معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ حذف اور امکان کا اسلوب ہی قرآن پاک کی ان ممتاز اور نمایاں خصوصیات میں سے ہے جس کی بدولت قرآنی آیات میں بہت سارے معانی اور مطالب سموئے ہوئے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں بہت سارے معانی اور لطیف نکتے پائے جاتے ہیں جن کی حلاوت اور مٹھاس صرف پاک دل اور پاک نفس لوگ ہی لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ظاہر ہے کہ یہاں پر بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی ہو رہی ہے۔ یہ تعبیر اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو پورا کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خوش نودی ہی کا ذریعہ ہے۔ جس نے رسول خداؐ کے حقوق کو ادا کیا گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کیا۔ نیز اس تعبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کے ساتھ تعلق اور قرب کا بھی پتا چلتا ہے۔ قرآن اور سنت کی بہت ساری نصوص میں اس قسم کی مجازی تعبیرات ملتی ہیں۔

بطور مثال ایک حدیث پاک ملاحظہ کیجیے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من آذی مسلماً فقد اذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ عزوجل جس شخص نے کسی مسلمان کو اذیت دی درحقیقت اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔ اس سورہ مبارکہ میں جگہ جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو 'رسول اللہ' کی صفت سے یاد کیا گیا جس سے ایک طرف ذاتی لحاظ سے آپؐ کی عظمت نمایاں ہوتی ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف آپؐ کی اضافت، اللہ رب العالمین سے آپ کے قرب اور گہرے تعلق کا پتا دیتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مخلوق کے ساتھ آپؐ کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے نسبت ہی کی وجہ سے ہے اور اس طرح اس تعبیر میں شرف اور قدسیت کے جو عظیم معانی پوشیدہ ہیں اس کی حلاوت اور مٹھاس کو سچے مومن ہی محسوس کرسکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بندوں کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کر کے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان درحقیقت حقوق مصطفیٰؐ کی ادایگی اور آپؐ کے احترام کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے کر یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ ہر وہ شخص جو آپؐ کے ادب واحترام کا پاس نہیں رکھتا وہ متقی نہیں ہوسکتا، اور وہ اپنے اس عمل سے غضب خداوندی کو دعوت دے رہا ہے۔

دروس اور فوائد: مذکورہ آیات مبارکہ سے جو دروس، فوائد اور آداب عالیہ کے حوالے سے جو احکام میں سمجھ سکا ہوں، درج ذیل ہیں:

۱- اسلامی قیادت (دنیا اور آخرت دونوں میں کام آنے والی قیادت) کا احترام ملحوظ رکھنا امت کے ہر فرد پر واجب ہے۔ غفلت میں ڈوب کر اور نفسانی ترنگ میں آکر اس کی بے عزتی کرنا مؤجب ہلاکت ہے۔ قیادت کا یہ مقام اصالتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپؐ کے بعد ائمہ دین کے لیے بطور نیابت اور وراثت کے حاصل ہے۔ ابوحیان نے اس حوالے سے بہت عمدہ تفصیل لکھی ہے۔ فرماتے ہیں: عالم اور جو شخص بمنزلہ عالم ہو، اس کے سامنے اونچی آواز سے گفتگو کرنا مکروہ اور نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔

عہد نبویؐ میں باہر سے آنے والے وفود کو آپؐ کو ملنے سے پہلے آداب ملاقات کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ میرے بھائی! اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ حسب مرتبہ اور عزت واحترام کے جو اصول وقواعد قرآن کریم نے بتائے ہیں ان کے لیے دو شرائط کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

- عزت، احترام اور تکریم صرف اور صرف امت مسلمہ کے ان راہ نماؤں کی کی جائے گی جو فی الواقع اس کے مستحق ہوں گے۔
- اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ عزت اور تکریم کو بجالانے میں غلو سے پرہیز ہو اور شرعی حدود کو پامال نہ کیا جائے۔

۲- ان آداب کا لحاظ کرنا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ضروری تھا، اسی طرح آپؐ کی رحلت کے بعد بھی ایسے تمام مواقع پر ان آداب کو ملحوظ رکھنا لازمی ہے جن میں آپؐ کا ذکر ہو۔ بعض علماے کرام نے اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی مستنبط کی ہے کہ آپؐ کے قبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نزدیک اور جب آپؐ کی سنت اور حدیث کی تعلیم دی جارہی ہو آواز کو پست رکھنا واجب ہے۔

۳- یہ بھی قیادت کی تعظیم میں شامل ہے کہ انسان فیصلہ کرنے میں قیادت سے پیش قدمی نہ کرے۔ اس کو اس طرح نہ پکارے جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ بزرگوں کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ لوگوں کے سامنے اس سے جھگڑا اور مناظرہ نہ کرے۔ اجمالی طور پر اپنے بڑے کے سامنے انسان قدرے وقار اور سنجیدگی سے پیش آئے۔ اپنے مطالبات کو معقول اور مناسب طریقے سے عزت واحترام کو ملحوظ خاطر رکھ کر پیش کرے۔

۴- ان آیات مبارکہ میں قیادت کے حوالے سے جو آداب بیان کیے گئے ہیں اگر ان پر عمل نہ کیا جائے تو اجتماعیت لازماً متاثر ہوگی، کام میں خلل واقع ہوگا، تمام منصوبہ بندیاں اور کاوشیں غارت ہوجائیں گی۔ قیادت کے لیے کام کرنا مشکل ہوجائے گا اور کارکنان بھی منزل کی دُوری اور دشواری سے بددل ہوجائیں گے۔

آیات مبارکہ میں مذکور آداب سے آراستہ و پیراستہ ہونا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کا نہایت ہی عمدہ اور شان دار ذریعہ ہے۔ ان آداب کو جاننے اور سمجھنے کے بعد ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں ان کو اپنائیں۔ بغیر عمل کے قرآن کا محض مطالعہ کرنا اور محض اسی کو نجات کے لیے کافی سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ عمل کیے بغیر قرآن پڑھنے سے یہ حدیث شریف ہم پر صادق آجائے گی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رُبَّ قَارِیٍٔ لِلْقُرآنِ وَالقُرآن یَلْعَنُہٗ کتنے ہی قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جن پر قرآن پاک لعنت بھیجتا ہے۔

ابتدائی زمانے میں مسلمانوں پر ان آیات کے اثرات

عبد بن حمید اور حاکم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے: ''ان آیات کے نزول کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کے نزول کے بعد مرتے دم تک اب میں آپؐ سے چپکے سے (جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے کان میں بات کرتا ہے) بات کیا کروں گا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ابن الزبیرؓ سے مروی ہے: ''حضرت عمرؓ جب رسول اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے تو اتنا آہستہ بولتے کہ آپ کی آواز اچھی طرح سنائی نہ دیتی، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دوبارہ استفسار فرمایا کرتے تھے۔"

۳- بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے مختلف اسناد سے یہ روایت بیان کی ہے: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ثابتؓ بن قیس بن شماس روتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ کئی روز کی غیر حاضری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کہ ثابت کہاں اور کس حال میں ہے؟" صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ثابت کے حال کا تو کچھ پتا نہیں، البتہ اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر رکھا ہے اور مسلسل روتا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس کسی کو بھیج کر پوچھا کہ ثابت کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا: "قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور میری آواز بہت بلند ہے۔ (وہ بہرے تھے) مجھے ڈر ہے کہ میرے تمام اعمال ضائع نہ ہو چکے ہوں۔" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلی دے کر فرمایا: لَسْتَ مِنْهُمْ بَلْ تَعِيْشُ بِخَيْرٍ وَتَمُوتُ بِخَيْرٍ ثابت! تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو بلکہ تم بخیریت زندہ رہو گے اور بخیریت دنیا سے کوچ کرو گے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: اَمَا يُرْضِيْكَ اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَتُقْتَلَ شَهِيْدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ ثابت کیا تم پسند نہیں کرو گے کہ تمھیں سعادت کی زندگی، شہادت کی موت ملے اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت ثابت نے عرض کیا: میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوش خبری پر راضی ہوں اور پھر کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے با آواز بلند بات نہیں کروں گا۔ حضرت ثابتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے عین مطابق یمامہ کے نہایت بابرکت معرکے میں جام شہادت نوش کیا۔

میرے عزیز بھائی! آپ نے قرآنی آیات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کے متعلق چند ایک ہدایات سن لیں۔ مجھ پر، آپ پر، ہمارے کالم نگاروں، خطیبوں، شعرا اور ہمارے مصنفین سب پر لازم ہے کہ ہم سب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام اور آپؐ کی ذات سے متعلقہ آداب کو دل و جان سے عزیز تر رکھیں۔ اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنَا حُسْنَ الْآدَابِ۔

❋❋❋

© rasailojaraid.com